امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر

لکھنؤ میں ۱۰ رشوال ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۴ ر اپریل ۱۹۹۲ء آیۃ من آیات اللہ، معجزۃ من معجزات رسول اللہ، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر آل انڈیا سطح پر ایک بہت عظیم سیمینار منعقد ہوا تھا جس میں ہندوستان کے گوشے گوشے سے ہر طبقے کے اہل علم دانشور، صحافی، شریک ہوئے تھے۔ اس خادم سے متعلق یہ عنوان تھا "مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا" اس وقت میں نے یہ مقالہ لکھا تھا، سیمینار کرنے والوں کو لازم تھا کہ اس سیمینار کے اہم مقالوں کو شائع کر دیتے لیکن اہل سنت کے طریقہ معتاد کے مطابق نشستند و گفتند و برخاستند پر سیمینار ختم ہو گیا۔ اس وقت جب کہ رضا اکیڈمی ممبئی کے ارکان تکمیل شرح بخاری کا جشن منانے جا رہے ہیں انہیں لوگوں کے حکم کے مطابق یہ رسالہ شائع کیا جا رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ رسالہ بہت ہی مفید ہوگا۔ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ مسئلہ تکفیر کے اہم گوشوں کو عام فہم سلیس انداز بیان سے واضح کروں۔ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا، یہ فیصلہ ناظرین کو کرنا ہے۔ (محمد شریف الحق امجدی ۴ ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ ۱۸ رجولائی ۱۹۹۹ء)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز ماضی قریب کے وہ عظیم المرتبت جامع جمیع علوم عالم تھے کہ ان کے مثل ان کے ہم عصروں میں تو کوئی کیا ہوگا اگر تعصب، عناد سے ہٹ کر انصاف و دیانت اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر دیکھا جائے تو زمانۂ ماضی میں صدیوں پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں۔ اکاون یا باون فنون میں ان کی تقریباً ایک ہزار تصنیفات جو ایک اندازہ کے مطابق کتابی سائز کے ایک لاکھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، جن کے تقریباً چار کروڑ ساٹھ لاکھ الفاظ ہوتے ہیں، یہ میرا تخمینہ ہے اور امید ہے کہ صحیح ہوگا۔ ویسے بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک بار اندازہ لگایا گیا تو یومیہ تحریر کا اوسط ساڑھے تین جز آیا۔ ایک جز سولہ صفحات کا تو حاصل یہ نکلا کہ یومیہ ۵۶ ر صفحے تحریر فرماتے تھے۔

دس شوال ۱۲۷۲ھ کو ولادت ہوئی۔ ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ کو وصال فرمایا۔ اس حساب سے عمر مبارک ۶۷ر سال ۵ر مہینے ۱۵ر دن کی ہوئی۔

اگر چہ منصب افتا پر فائز ہونے کی تاریخ ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ ہے اس طرح منصب افتا پر فائز رہنے کی کل مدت ۵۳ر سال ۶ر ماہ گیارہ دن ہے۔

لیکن تصنیف وتالیف کا مشغلہ اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی عربی شرح لکھی۔ نیز بہت سے فتاویٰ لکھے جو حضرت والد ماجد کی تصحیح وتصدیق سے مزین ہوئے۔ ان سب کو چھوڑ دیجئے، صرف مسند افتا پر فائز ہونے کے وقت سے حساب لگایئے تو دس لاکھ پینسٹھ ہزار آٹھ سو تینتالیس (۱۰۶۵۸۴۳) صفحات ہوتے ہیں۔

اور اگر یہ نکتہ ذہن میں رکھا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فل اسکیپ سائز پر لکھتے تھے اور خط بہت باریک ہوتا تھا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فل اسکیپ سائز کی تحریر کتابی سائز پر کم از کم ڈیڑھ صفحے ضرور ہوتی تھی، تو کتابی سائز پر صفحات کی تعداد تقریباً سولہ لاکھ ہو جائیگی۔ اس تفصیل کی روشنی میں میرا تخمینہ بہت کم ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کے بارے میں واقف کاروں کی تحقیق یہ ہے کہ لگ بھگ ایک ہزار ہیں اور یہ صحیح ہے۔ حضرت مولانا محمد عبدالمبین صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے بڑی کدوکاوش اور تلاش وجستجو سے ایک فہرست تیار کی ہے جس میں ساڑھے سات سو کی تعداد درج ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ہزارہا ہزار فتاویٰ رجسٹر میں درج نہ ہو سکے۔ میں نے خود مارہرہ مطہرہ اور جبل پور میں بہت سے ایسے فتاویٰ دیکھے ہیں جو مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں۔ خود فتاویٰ رضویہ کی کئی جلدیں غائب ہو گئیں۔ کتاب الطلاق، کتاب السیر، کتاب الحظر والاباحۃ غائب ہو گئیں۔ اب جو کچھ چھپے ہیں وہ ان جلدوں کے غائب ہونے کے بعد جو لکھے گئے ہیں وہ چھپے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ "کتاب الطلاق" پہلی جلد سے بھی زیادہ ضخیم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بجائے ۱۲ر ہزار صفحات کے

مطبوعہ فتاویٰ رضویہ کے کل صفحات سات ہزار سے کچھ زائد ہیں۔

رسائل کا حال یہ ہے کہ سیکڑوں رسائل غیر متعلق لوگوں کے پاس اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دست مبارک کے تحریر کردہ موجود ہیں۔

رسالہ مبارکہ ''فوز مبین دررد حرکت زمین'' اعلیٰ حضرت کے کتب خانے سے غائب ہے وہ ایک مولوی صاحب کے یہاں ملا۔ جسے انہوں نے کثیر رقم کے عوض فروخت کیا۔

رسالہ مبارکہ ''مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین'' میں نے ایک صاحب کے پاس دیکھا۔ اس وقت زیروکس مشین ہندوستان میں نہیں آئی تھی۔ میں نے مانگا کہ دیجیے نقل کر کے واپس کردوں گا انہوں نے انکار کردیا اب کہتے ہیں کہ غائب ہوگیا۔

مطبوعہ فتاوی میں جگہ جگہ ملے گا کہ تحریر فرمایا: کما فصلنا ہا فی فتاوینا مگر تفصیل کہیں نہیں ملتی۔ ''انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ'' ان تفصیلات کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جن صاحب کا اندازہ یہ ہے کہ یومیہ ۵۶/صفحات کے لکھنے کا اوسط تھا تو یہ مستبعد نہیں۔ میں بہت تو کیا زودنویس بھی نہیں مگر بعض دنوں میں دو دو سو سطریں لکھیں۔

اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زودنویسی کا حال یہ تھا کہ جناب سید قناعت علی صاحب فرماتے تھے کہ:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اتنا تیز لکھتے تھے کہ جب تحریر فرماتے تو معلوم ہوتا کہ لکھ نہیں رہے ہیں، ہاتھ میں رعشہ ہے۔ کبھی کبھی ہنگامی ضرورتوں کے موقع پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک صفحہ لکھ کر ہم لوگوں کو صاف کرنے کے لیے دیتے ہم لوگ جتنی دیر میں ایک صفحہ صاف کرتے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ چار پانچ صفحات لکھ لیتے حالانکہ ہماری زودنویسی مشہور تھی۔

ایسا زودنویس شخص ۵۳/سال تک روزانہ سولہ سولہ، سترہ سترہ گھنٹے تک مسلسل تصنیف و تالیف کا کام کرے تو کوئی مستبعد نہیں کہ اس کی تصانیف کے صفحات دس پندرہ لاکھ تک پہنچ جائیں لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ اپنی تحقیق کے لحاظ سے لگایا ہے۔ یہ معاملہ جذبات کا نہیں، حقائق کا ہے۔ اس لیے اس پر بہت سنجیدگی، متانت اور ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی حاجت ہے۔ بات ایسی کہی جائے کہ اگر کوئی اسے چیلنج کرے تو ثابت کیا جاسکے۔ اگر

ضرورت ہوگی تو میں ثابت کردوں گا کہ تصانیف کے صفحات کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں۔
اس وقت میں نزہۃ القاری جلد ہشتم کی تصحیح اور فہرست سازی میں مصروف ہوں۔
معاندین نے اب نیا شگوفہ چھوڑا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کل یا اکثر رسائل فتاویٰ رضویہ کے جز ہیں۔ اہلسنت یہ فریب دیتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ کو الگ شمار کرتے ہیں اور فتاویٰ رضویہ میں چھپے ہوئے رسائل کو الگ۔
اس پر گزارش یہ ہے کہ کچھ رسائل فتاویٰ رضویہ میں شامل کرکے چھاپ دیئے گئے ہیں جس کی تعداد ایک سو اکتالیس (۱۴۱)۔ چلیے مجموعی میزان سے (۱۴۱) نکال دیجئے پھر بھی تعداد آٹھ سو سے زائد ہوتی ہے یہ کیا کم ہے۔
رسائل کی تعداد تو ایک ضمنی بات ہے اور تحقیقی بات تو یہ ہے کہ معاصرین کے سارے فتاویٰ ایک طرف رکھیں سب پر فتاویٰ رضویہ جلد اول بھاری ہوگا۔ انصاف و دیانت شرط ہے جو تحقیقات اور استیعاب اور ابحاث اس میں موجود ہیں ان سے معاصرین کے سارے فتاویٰ خالی ہیں۔ بلکہ اس کی گرد تک نہیں پہنچے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک سوال یہ ہے کہ کن کن چیزوں سے تیمم جائز ہے، اور کن کن چیزوں سے جائز نہیں، اس کا مجمل جامع جواب فقہ کی کتابوں میں یہ ہے کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیزیں ہیں ان سے تیمم جائز ہے، زمین کیا چیز ہے، سب کو معلوم ہے۔ زمین کی جنس سے کیا کیا چیزیں ہیں اور جنس ارض سے مطلب کیا ہے، اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مطالعہ کی وسعت اور ساتھ ہی ساتھ تحقیق و تفتیش دیکھیے تو عقل دنگ رہ جائے گی زمین میں کیا کیا چیزیں پیدا ہوتی ہے، کیسے پیدا ہوتی ہیں، ان کے مادے کیا ہیں ان سب پر وہ اعلیٰ درجے کی تحقیق فرمائی ہے کہ معدنیات کا بڑا سے بڑا ماہر بھی اس کی گرد تک نہیں پانچ سکتا۔
تحقیق فرمائی کہ ایک سو اسی (۱۸۰) چیزوں سے تیمم جائز ہے اور ایک سو بتیس (۱۳۲) چیزیں ایسی ہیں جن پر بظاہر جنس ارض کا شبہہ ہوتا ہے مگر حقیقت میں جنس ارض سے نہیں۔ اس لیے ان سے تیمم صحیح نہیں۔ قسم اول میں ایک سو سات چیزیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی استخراج ہیں۔ اور قسم ثانی میں تہتر (۷۳) کا استخراج ہے۔ میں نے تو بار بار علانیہ کہا

کہ صرف فتاویٰ رضویہ جلد اول اس کی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے معاصرین سے ہر علم میں بدرجہا فائق تھے۔ اور ہر تصنیف تحقیق و تدقیق کے اس اعلیٰ درجہ پر ہے جس میں کسی موافق کو نہ کسی اضافے کی گنجائش اور نہ کسی مخالف کو مجال دم زدن۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کی بحث کے تمام گوشوں کو ایسا واضح و آشکارا اور مبرہن، مدلل کر دیا جس میں نہ کہیں لوچ ہے نہ ابہام نہ خفا۔ علمائے حرمین طیبین نے جن کی چند تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ان کے وسعت معلومات، تبحر علمی، نکتہ رسی، تحقیق و تدقیق سے متاثر ہو کر یہ فرمادیا۔

لیس علی اللہ بمستنکر　　ان یجمع العالم فی واحد

اللہ کے لیے یہ بڑی بات نہیں کہ ساری دنیا ایک شخص میں جمع فرمادے

کے مصداق ہیں۔ اور ان کے ایک فتویٰ کو مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا:

لو رآہ ابو حنیفۃ لاقرت عینہ ولجعلہ من اصحابـــــہ

اگر انہیں امام ابوحنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی اور انہیں اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے۔

لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو ان سب فضائل و کمالات پر پردہ ڈالنے کے لیے جوش عناد و تعصب میں انہیں بدنام کرنے کے لیے یہ رات دن پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ انہوں نے سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں کیا ہے اپنے سوا سب کو کافر کہہ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا ہے۔ اور فتنہ و فساد پھیلایا ہے۔ اس لیے آج کے اس عظیم الشان امام احمد رضا سیمینار میں جس میں ملک کے مختلف طبقات کے ارباب علم و دانش اور محققین مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالیں گے میں نے اپنے لیے یہ تجویز کیا کہ مسئلہ تکفیر پر کچھ لکھوں، سیمینار کے ارکان کی بھی یہی خواہش تھی جو لوگ داور محشر کے روبرو حاضر ہونے اور ذرّے ذرّے کے حساب دینے پر اعتقاد رکھتے ہیں ان سے میری یہ گزارش ہے کہ وہ فرقہ وارانہ عصبیت اور طبقاتی عناد سے بالاتر ہو کر میری ان سطور کو ٹھنڈے دل اور دیانت کے ساتھ پڑھیں اور پھر غور کریں اور حقیقت کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں پہلے چند بنیادی باتیں ذہن نشین کر لیں جن پر ان تمام لوگوں کا اتفاق ہے جو اپنے آپ کو مسلمان

کہتے ہیں، اور جو مسئلہ تکفیر کے اصل الاصول ہیں۔

کیا تکفیر جرم ہے؟

اس سلسلے میں پہلی بحث یہ آتی ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اس کا بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں لیکن اس سے کوئی ایسا فعل یا اس کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو واقعی کفر ہو تو کیا اس صورت میں اسے کافر کہنا جرم ہے یا اسے کافر کہنا فرض ہے؟ اسے کافر کہنا تخریب ہے یا تعمیر ہے؟ فتنہ پھیلانا ہے یا فتنہ ختم کرنے کی جدوجہد ہے؟ ایسے شخص کو کافر نہ کہنا تعمیر نہیں تخریب ہے اور فتنہ فرو کرنے کی جدوجہد نہیں بلکہ فتنہ انگیزی ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہم حقیقت حال پر مطلع ہونے کی خواہش رکھنے والوں کو دینیات کی کتابوں کے ابواب میں سے باب المرتد کے مطالعہ کی زحمت دیں گے؟

اسلاف کے عہد ہی سے عقائد وفقہ کی کتابوں میں بالاتفاق ہر طبقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ایک مستقل باب رکھا ہے، جس میں ان افعال اور ان کلمات کو تفصیل کے ساتھ لکھتے آئے ہیں اور نہایت صراحت کے ساتھ بغیر کسی اشتباہ کے واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کیا وہ کافر اور جس نے یہ قول کیا وہ کافر۔

بلکہ خود قرآن مجید پہ نظر کی جائے تو اس میں عہد رسالت کے بہت سے نمازیوں، غازیوں اور قسمیں کھا کھا کر کلمہ پڑھنے والوں کو اس بنا پر کہ انہوں نے کوئی کلمہ کفر بکا کافر فرمایا۔

ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابوالشیخ عدی بن ابی حاتم نے اپنی تفسیر درمنثور جلد ثالث میں ص: ۲۵۴ میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ کہہ دیا تھا:

"یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا فی یوم کذا و کذا وما یدریه بالغیب"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے انہیں غیب کی کیا خبر!۔

یہ کہنے والے وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے بارے میں یہ اعلان کردیا تھا:

"آمنا باللہ وبالیوم الآخر" الخ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔

اور جنہوں نے ان زوردار الفاظ میں رسالت کا اقرار کیا تھا:

نشھد انک لرسول اللہ .

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہہ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔

جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اور ان کے جھنڈے کے پیچھے جہاد کے لیے نکلتے تھے، مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی کیا خبر، تو انہیں بلوایا اور ان سے مواخذہ فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ تو انہوں نے کہا:

اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۝

ہم تو یوں ہی ہنسی اور کھیل کررہے تھے۔

اس پر اللہ عزوجل نے ان زوردار کلمہ پڑھنے والے نمازیوں غازیوں مدنیوں کے بارے میں یہ حکم ارشاد فرمایا:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۝ (آیت ۶۵: ۶۶ .سورہ توبہ)

اے محبوب! ان سے فرمادو کہ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ، مسلمان ہونے کے بعد تم بلاشبہہ کافر ہوگئے۔

عہد رسالت میں دو شخصوں میں جھگڑا ہوا، مقدمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور نے ایک کے حق میں فیصلہ فرمایا، جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس کی حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں گے۔ دونوں حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے معاملہ عرض کرنے کے اثنا میں جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے یہ بھی بتادیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے موافق فیصلہ فرمادیا ہے۔ دریافت فرمایا کیا رسول

اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا تم دونوں اپنی جگہ رہو، گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر باہر تشریف لائے اور اسے قتل کر دیا جس نے کہا تھا کہ حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں گے دوسرا بھاگ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عمر نے میرے حریف کو قتل کر دیا۔ فرمایا: عمر کسی مسلمان کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (نساء: آیت ۶۵۔ تفسیر در منثور، جلد ۲۔ص ۱۸۰)

اے محبوب! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کر دو اس سے دلوں میں رکاوٹ نہ پائیں اور اسے کما حقہ مان نہ لیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل پر قصاص یا دیت کچھ بھی نہیں واجب فرمائی۔ یہ بدنصیب جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں اپیل کرنے گیا تھا، کلمہ گو تھا، اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مگر اللہ عزوجل نے نہایت واضح غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ ایسے لوگ جو میرے رسول کے فیصلے کو نہ مانیں مسلمان نہیں۔

اب نص قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اگر کسی سے کوئی کفر سرزد ہو یا اس نے کوئی کلمہ کفر بکا تو وہ بلا شبہہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو، نماز پڑھتا ہو، جہاد کرتا ہو اور اگر بالفرض یہ جرم اہانت رسول کا ہے تب تو معاملہ بہت ہی سنگین ہے۔ اور ایسا سنگین کہ علما نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی گستاخ رسول توبہ بھی کر لے حاکم اسلام اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ اس کے دیکھئے شفا اس کی شروح، درر، غرر، درمختار وغیرہ۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اور نمازیں پڑھے، زکوۃ دے، روزہ رکھے، حج کرے، دن رات قال اللہ قال الرسول کا درس دے اور اتنا بڑا

متقی ہو کہ کبھی خلاف شرع تھو کے بھی نہیں۔ لیکن اگر اس سے کوئی فعل کفر سرزد ہو جائے یا کوئی کفری قول بک دے تو اسے کافر کہنا نص قرآن فرض ہے۔ یہ جرم نہیں بہت بڑی عبادت ہے۔ یہ جہاد بالقلم ہے، جہاد باللسان ہے۔ اور اسلامی شریعت کو فاسد مادوں سے پاک کرنے کی سعی مشکور بلکہ حقیقت میں سنت خدا ہے، سنت رسول ہے۔ اسے جرم کہنا اور ایسے فرض شناس عالم کو مورد طعن و تشنیع بنانا خود بہت بڑا جرم ہے۔ اس سلسلے میں ایک بہت بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ عقائد کا یہ مسلم الثبوت قاعدہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ یعنی جو کعبہ مقدسہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اسے کافر کہنا درست نہیں۔ اس پر ہماری دو گزارش ہے کہ جو لوگ علما کے اس ارشاد کو اپنے لیے بطور سپر استعمال کرتے ہیں، خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے۔ مثلاً قادیانیوں کی تکفیر، یہ لوگ بھی کرتے ہیں، جب کہ قادیانی بھی ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اب ہر شخص کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کا مطلب ہے کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے وہ بہرحال مسلمان ہے، خواہ کتنے ہی بڑے کفر کا ارتکاب کرے۔ تو پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اہل قبلہ کا یہ معنی نہیں جو آپ بتا کر اپنے لیے ڈھال بناتے ہیں۔ اہل قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ جو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو۔ ضروریات دین میں کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو۔ لیکن اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے ہے ہی نہیں۔ آیئے اس توضیح کو اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ اور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیے:

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا علىٰ ما هو من ضرورات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالكليات والجزئيات وما اشبه ذالك من المسائل فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفي الحشر او نفي علمه سبحانه بالجزئيات لا يكونَ من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا

بکفر مالم یوجد شیء من امارات الکفر و علاماتہ ولم یصدر عنہ شیء من موجباتہ. (شرح الفقہ الاکبر، ص۱۸۹)

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر اتفاق رکھتے ہیں۔ جیسے عالم کا حادث ہونا، جسموں کا حشر اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کلیات وجزئیات کو جانتا ہے، اوراس کے مثل اورمسائل اور جو شخص اپنی زندگی بھر طاعات وعبادات کا پابند رہے اورعالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کرے یا حشر کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات جاننے سے انکار کرے وہ اہل قبلہ سے نہیں ہوگا اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے سے اہل سنت کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اس کواس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا جب تک کفر کی نشانیوں اوراس کی علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور کفر کے موجبات میں سے کوئی چیز اس سے صادر نہ ہو۔

اس سلسلے میں سب سے اہم اورقابل توجہ اورقابل حفظ امر یہ ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام کلمہ گو افراد کے رہنماؤں کا طریقہ عمل کیا تھا۔

صحابۂ کرام کا عمل:

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد پاک میں خوارج پیدا ہوئے جنہوں نے صرف اس بنا پر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین کے موقعہ پر تحکیم قبول کرلی تھی کہ دونوں فریق اپنا اپنا ایک ایک حکم بنالیں اوروہ جو فیصلہ کریں اسے دونوں فریق قبول کریں۔ حضرت علی کومشرک کہا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی "ان الحکم الا للّٰہ" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شدید قتال فرمایا حتی کہ اس کی پوری جدوجہد فرمائی کہ ان سب کو نیست ونابود کردیں جنگ کے اختتام کے بعد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بہ موجب تم نے بدترین خلق کو قتل کیا۔

انہیں کے عہد پاک میں وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں پکڑ کر آگ میں جلادیا جائے، چنانچہ اسی پر عمل درآمد ہوا۔

تابعین کرام:

تابعین کے عہد میں خوارج اور معتزلہ پیدا ہوئے جن میں خوارج نے بہت قوت پکڑ لی۔ تابعین کرام نے مسلسل ان سے جہاد کیا اور ان کے گمراہ کن اقوال کا شدید رد فرمایا۔ ائمہ مجتہدین کے عہد میں اور کچھ مزید گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔ قدریہ، جہمیہ، وغیرہ مجتہدین کرام نے ان سب کا پوری قوت کے ساتھ رد فرمایا۔

جب مامون کے عہد سے معتزلہ ابھرے تو تمام محدثین فقہانے مل جل کر ان کا قلع قمع کرنے کی جدوجہد کی۔

روافض دوسری صدی ہی میں پیدا ہو چکے تھے، لیکن ان کی نہ کوئی تنظیم تھی اور نہ ان کے عقائد منضبط۔ لیکن جب کسی بھی بزرگ کو ان کے گمراہ کن اقوال کی اطلاع ملتی تو اس کا شدید رد فرماتے، یہاں تک کہ حضرت زید شہید سے جب دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ان رُفاض نے یہ مطالبہ کیا کہ حضرت شیخین پر تبرا کیجئے تو انہوں نے انکار فرمادیا اور انھیں اپنی جماعت سے الگ کر دیا اور صاف صاف ارشاد فرمایا: "رفضونا فرفضناهم" انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے بھی ان کو چھوڑ دیا، اور جب روافض منظم ہو گئے اور ان کے عقائد مدوّن ہو گئے تو علمائے اسلام نے ان کا مکمل رد کیا۔

ہمارے ہندوستان میں فرقہ مہدویہ پیدا ہوا تو علما خاموش نہیں بیٹھے اور ان کے استیصال کی حتی الوسع پوری جدوجہد فرمائی۔

غرض کہ اسلام کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے کہ جب بھی سواد اہل اسلام کے خلاف کوئی کلمہ کو غلط عقائد ونظریات لے کر اٹھا تو علما نے اسے نہیں بخشا۔ کیسے بخشتے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اذا ظهرت الفتن او البدع ولم يظهر العالم علمه فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين.

جب فتنے یا گمراہیاں ظاہر ہوں اور عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی کلمہ گو سواد اہل اسلام کے خلاف کسی عقیدے یا نظریے کو پھیلانے کی کوشش کرے تو ذمہ دار علما و مشائخ مفتیانِ عظام پر فرض ہے کہ اپنی وسعت و قوت بھر اس کا رد کریں۔ اس کے باطل نظریات کو غلط ثابت کریں اور شریعت کی رو سے اس پر جو حکم عائد ہوتا ہوا سے برملا بیان کریں۔

آمدم برسر مطلب:

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے جن افراد کی تکفیر کی ہے وہ مذکورہ بالا اللہ عزوجل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ سے لے کر آج تک کے تمام علمائے اہل سنت کے اسوہ اور طریقہ کی پیروی میں کی ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جن لوگوں کی تکفیر کی ہے، واقعی ان لوگوں سے کفر سرزد ہوا ہے یا نہیں؟ اور وہ کفر کے مجرم ہیں یا نہیں۔ اس سلسلے میں چار نام قابل ذکر ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا اشرفعلی تھانوی۔ قبل اس کے کہ ہم ان کا جائزہ لیں پہلے یہ بتادیں کہ ان لوگوں کا رابطہ کس طبقہ سے ہے۔ یہ چار افراد مولانا اسماعیل صاحب دہلوی کے پیرو اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، یکروزی، ایضاح الحق وغیرہ کے مطابق عقیدہ رکھنے والے اور عمل کرنے والے ہیں۔ ان چاروں میں سب سے مکرم و محترم مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا ہے:

تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے، اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی صفحہ ۴۱)

یہ مولوی اسماعیل دہلوی وہی ہیں کہ جب انہوں نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان لکھی تو ان کے ہم عصر دہلی کے تمام علمائے اہل سنت نے بالاتفاق ان کا رد لکھا، اور ان کی تکفیر کی جس کی تفصیل استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کی کتاب "تحقیق الفتویٰ بابطال الطغویٰ" میں مذکور ہے۔ جس کی تصدیق اس عہد کے تمام ان علمائے دہلی نے فرمائی ہے جو مسلم الثبوت معتمد علیہ تھے، اسی کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں خود انہیں کے اہل خاندان

بلکہ عم زاد مولانا محمد موسیٰ اور مولانا مخصوص اللہ نے "معید الایمان" لکھی۔ اس کے علاوہ ملک کے ہر طبقہ سے اس کتاب کا رد لکھا گیا۔ مولوی اسماعیل کے مارے جانے کے بعد ان کے ہمواؤں نے ان کی تائید میں جو کتابیں لکھیں ان سب کا رد مسلسل ہوتا رہا، جس کی ایک بہت بڑی نظیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ" ہے۔ اور ان کے مرید اور خلیفہ مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری کی کتاب "انوار ساطعہ" ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ جب مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے تو ملک کا ماحول یہ تھا کہ انہیں مولوی اسماعیل دہلوی کے پیروکار مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب "تحذیر الناس" کے خلاف پورے ملک میں ایک شورش بپا تھی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اور انہیں مولوی اسماعیل دہلوی کے مذہب کی نشر و اشاعت کرنے والے مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھی کی کتاب "براہین قاطعہ" نے ملک میں آگ لگا رکھی تھی۔ جس کے نتیجے میں ۱۳۰۶ھ میں ریاست بھاول پور میں خود کتاب کے مصنف مولوی خلیل احمد انبیٹھی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے مابین ایک اہم تاریخی مناظرہ ہوا جس مناظرہ کے حکم نے مولوی خلیل احمد انبیٹھی وغیرہ کے خلاف اپنا فیصلہ دیا۔

جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی ان عبارتوں پر مطلع ہوئے جن میں ضروریات دین کا انکار اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین تھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسے برداشت فرماتے۔ آپ نے پہلے ان لوگوں کے رد میں رسائل لکھے "جزاء اللہ عدوہ" "سبحان السبوح" وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ مگر ان لوگوں نے نہ تو اعلیٰ حضرت کے رسائل کا کوئی جواب دیا اور نہ ان عبارتوں سے رجوع اور توبہ کیا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۳۲۰ھ میں ان کی تکفیر فرمائی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تکفیر حق ہے یا باطل، صحیح ہے یا غلط؟ اب آیئے اسے حقائق کی کسوٹی پر رکھیے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابۂ کرام نے اور سلف و خلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیا بتایا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ تصریحیں فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو وہ کافر ہے جس پر احادیث کریمہ اور ارشادات سلف وخلف نص جلی ہیں جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ '' جزاء اللہ عدوہ باباءہ ختم النبوۃ" کا مطالعہ کرے۔ جس میں ایک سوتیس احادیث کریمہ اور تیس ارشادات علما سے ثابت فرمایا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ایسا قطعی یقینی معلوم ومشہور ہے جس میں کسی قسم کے شبہہ کی گنجائش نہیں۔ جسے علما تو علما عوام بھی جانتے ہیں۔ اگر عوام سے پوچھا جائے کہ خاتم النبیین کے معنیٰ کیا ہیں؟ تو وہ بھی بلا توقف بتادیں گے کہ' آخری نبی' اسی وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے۔

امام قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں:

۱. لانہ اخبر صلی اللہ علیہ وسلم انہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس اجمعت الامۃ علیٰ حمل ھذا الکلام علیٰ ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف کلھا قطعا . (جلد دوم صفحہ ۲۵۰)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور یہ خبر دی کہ اللہ عزوجل نے انہیں خاتم النبیین بنایا اور پوری مخلوق کا رسول بنایا۔ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام (خاتم النبیین) اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔ اس کا جو مفہوم ہے یعنی آخری نبی ہونا یہی مراد ہے، جس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص ہے تو مذکورہ بالا لوگوں کے کافر ہونے میں ہرگز کوئی شک نہیں۔

۲۔ شفا کی اس عبارت کو محمد شفیع صاحب مفتی دیوبند نے بھی اپنی کتاب ختم النبوۃ فی الآثار میں قادیانیوں کے خلاف بطور سند ذکر کیا ہے۔

۳۔ حجۃ الاسلام امام غزالی کتاب الاقتصار میں فرماتے ہیں:

ان الامة فهمت من هذا اللفظ انه افهم عدم نبی بعده ابدا وعدم رسول بعده ابدا وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص ومن اول بتخصيص فكلامه من انواع الهذيان لا يمنع بتكفيره لانه مكذب بهذا النص الذی اجمعت الامة علىٰ انه غير موول ولا مخصوص . .

اس میں شک نہیں کہ امت نے "خاتم النبیین" سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہوگا نہ کوئی رسول۔ نیز یہ کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص۔ اگر کوئی اس میں تاویل وتخصیص کرے تو وہ ہذیان کی قسم سے ہے، اور اسے کافر کہنے سے کوئی چیز مانع نہیں۔ کیوں کہ وہ قرآن کی اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے بارے میں امت نے اجماع کیا ہے کہ نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

۴۔ علامہ عبدالغنی نابلسی "شرح الفوائد" میں لکھتے ہیں:

فساد مذهبهم غني عن البيان بمشاهدة العيان كيف وهو يودی الی تجويز نبي مع نبينا صلى الله عليه وسلم او بعده وذالك يستلزم تكذيب القرآن اذ قد نص علىٰ انه خاتم النبيين وآخر المرسلين وفی السنة انا العاقب ولا نبی بعدی واجمعت الامة علی ابقاء هذا الكلام علی ظاهره وهذه احدی المسائل المشهورة كفرنا بها الفلاسفة لعنهم الله تعالیٰ .

یعنی فلاسفہ کا یہ قول کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے، ایسا کھلا ہوا فساد ہے جو محتاج بیان نہیں ہے۔ کیسے فاسد نہ ہوگا جب کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور کے بعد کسی نبی کا ہونا جائز ہے۔ اسے قرآن کی تکذیب لازم ہے۔ اس لیے قرآن نے اس پر نص فرمادی ہے کہ حضور خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں ہے کہ میں سب میں پچھلا نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنی پر باقی ہے۔ اور یہ ان مسائل مشہورہ میں سے ایک ہے جس کی بنا پر ہم نے فلاسفہ کو کافر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے۔

(۱) ناظرین: غور کریں کہ ان تینوں عبارتوں سے ظاہر ہوگیا کہ پوری امت کا اس پر

قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنی صرف یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی آخری رسول ہیں۔ حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کسی نبی ہونے کو جائز جاننے والا کافر ہے، خواہ وہ نبی بالفرض مانے یا ظلی بروزی بہر حال کافر ہے۔

(۲) حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی جائز ماننا خاتمیت محمدی کے منافی ہے اس کے معارض ہے۔ قرآن کی تکذیب ہے۔

(۳) لہذا یہ کہنا کہ اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ قرآن کی تکذیب ہونے کی وجہ سے کفر ہے، اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔

(۴) ان عبارتوں نے بتایا کہ امت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اس میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں نبی بالذات کے ہیں ضرور کفر ہے اور ایسا کہنے والا ضرور کافر ہے۔

اب آیئے اس خصوص میں دیوبندی مکتب فکر کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے:

نانوتوی صاحب کی کفری عبارت

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳/۴ پر لکھتے ہیں:

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیے کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی

ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب زیادہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قدو قامت، شکل ورنگ، حسب ونسب، سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے۔ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے کیوں کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں، اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجیے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔

پر جملہ "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" اور جملہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" میں کیا تناسب تھا؟ جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا، اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں مواقع تھے بلکہ بر بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔ (ص:۳)

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار

ہم نے تحذیر الناس کی اس موقع کی عبارت پوری لفظ بلفظ نقل کر دی ہے۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں۔ کیوں کہ عبارت بہت گنجلک اور پیچیدہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھ میں آئے تو بار بار پڑھیں اور عربی فارسی الفاظ کے ترجمے کسی لغت کی کتاب میں دیکھ لیں۔ ہم نے کوئی تشریح اس لیے نہیں کی کہ ہو سکتا ہے کہ نانوتوی صاحب کے کسی نیاز مند کو

یہ کہنے کی گنجائش مل جائے۔ چوں کہ تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے اس لیے اس کے معنی کفری ہو گئے۔ البتہ ناظرین ہماری مندرجہ ذیل گزارش کو بغور پڑھیں اور خود فیصلہ کریں۔

نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شدومد، زورشور سے یہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری النبیین نہیں ہیں۔ نہ یہ معنی کس طرح بن سکتے ہیں۔ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونے کو انہوں نے سترہ طریقوں سے باطل مانا ہے۔

اول: خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا ناسمجھ عوام کا خیال ہے۔ واضح ہو کہ یہاں اس عبارت میں عوام کے مقابلہ میں اہل فہم بولے ہیں جس سے متعین ہے کہ عوام سے مراد ناسمجھ لوگ ہیں۔

دوم: اسے خیال بتایا عقیدہ نہیں خیال کا معنی وہم، گمان، رائے وغیرہ کے ہیں۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عقیدہ نہیں جو قطعی یقینی غیر متزلزل ہوتا ہے۔ بلکہ ناسمجھ عوام کی رائے ہے جو انہوں نے از خود قائم کرلی ہے، قرآن وحدیث واقوال سلف سے ثابت نہیں۔

سوئم: آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں اور یہ آیت کریمہ مقام مدح میں ہے۔ اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب ہوا کہ آخرالانبیاء ہونے میں کوئی مدح نہیں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

چہارم: اس آیت کو مقام مدح میں نہ مانیں اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح میں سے تسلیم نہ کریں تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا درست ہوسکتا ہے مگر چوں کہ یہ آیت مقام مدح میں ہے، اور خاتم النبیین وصف مدح ہے اس لیے آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست نہیں۔

پنجم: اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے بے ہودہ گو لغو گو ہونے کا وہم ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا بے ہودہ اور لغو وصف ہے، جس میں

کچھ بھی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ششم: آخری نبی ہونا قد و قامت وغیرہ ایسے اوصاف میں سے ہے جنہیں فضائل میں کچھ دخل نہیں، اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذت نہ بالعرض۔

ہفتم: اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا۔ یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کم ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ آخری نبی ہونا ایک ناقص وصف ہے جس میں کچھ فضیلت نہیں ہے نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہشتم: آخری نبی ہونا ایسے ویسے یعنی معمولی درجہ کے لوگوں کے عام اوصاف کی طرح ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

نہم: اگر خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین لیں گے تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں تناسب نہ رہے گا۔

دہم: ایک کا عطف دوسرے پر درست نہ ہوگا۔

یازدہم: ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک بنانا صحیح نہ ہوگا۔

دوازدہم: اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ارتباطی لازم آئے گی۔

سیزدہم: نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کو روکنے کے لیے اس آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا اگر یہ روکنا مقصود ہوتا ہوتو ضرور خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہوتے۔ مگر چوں کہ یہ روکنا اس سے مقصود نہیں اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں۔

چہاردہم: اس کا یہ موقع نہیں اس کے بیسیوں اور دوسرے مواقع تھے۔

پانزدہم: آخری نبوی ہونے پر بنائے خاتمیت نہیں کسی اور بات پر ہے۔ خاتم

النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں خاتمیت کی بنا آخری ہونے پر نہیں۔ یہ ثابت کرنے کے بعد نانوتوی صاحب خاتم النبیین کے معنی اور جس پر خاتمیت کی بنا ہے۔ صفحہ ۴ ر پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ سوا اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں۔ اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے۔ پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ اب یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ بالذات نبی ہونا ہے اور خاتمیت کی بنیاد نبی بالذات ہونے پر ہے۔

شانزدہم: اس لیے صفحہ ۱۴ ر پر یہ نتیجہ نکالا۔ 'غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

ہفدہم: نیز صفحہ ۲۸ ر پر مزید نتیجہ یہ نکالا اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

یہ کل سترہ وجوہ ہوئے جن سے نانوتوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں۔

نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم نہیں۔

اولاً: نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو صفحہ ۱۴ ر پر یہ نہیں لکھتا:

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

ثانیاً: صفحہ ۲۸ ر پر یہ نہیں لکھتا:

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق

نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں ہوں۔ یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جائے"۔

ظاہر ہے کہ اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانہ میں کسی نبی کے ہونے سے آپ کا خاتم ہونا ختم ہو جاتا اور آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت محمدی رخصت ہو جاتی۔ اس لیے کہ ہر ادنیٰ سی عقل رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس کے منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک میں یا بعد میں کوئی نیا نبی کہیں بھی پیدا ہو۔ اور نانوتوی صاحب جی یہ تصریح کر رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی جدید نبی کے ہونے کے باوجود آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا اور آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ تو ثابت کہ وہ نبی بالذات ہونے کو [illegible] ہونا لازم نہیں مانتے۔ اس لیے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزوم کے بھی ضرور منافی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور ختم ہو جائے گی، اور جب یہ ختم تو اس کا ملزوم خاتمیت ذاتی بھی ختم۔ جب صورت حال یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم مانیں تو دونوں ختم۔

ثالثاً: نانوتوی صاحب ابتدا ہی میں چودہ وجوہ سے یہ ثابت کر آئے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان ملزوم کو مستلزم تو اگر ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت ذاتی کو لازم مانیں تو لازم آئے گا کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل۔ اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی۔

رابعاً: نانوتوی صاحب کے نیاز مند ناحق ان پر تہمت رکھتے ہیں۔ اس کا ہمارے پاس یا اگر خود نانوتوی صاحب ہوتے تو انہیں کے پاس کیا علاج۔ نانوتوی صاحب نے خود لکھا۔

ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمنی اور رتبی سے عام لیجیے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت رتبی ہے نہ زمانی۔ (تحذیر الناس: ۸)

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخر الانبیاء ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں تو اسے لازم ماننے سے کیا فائدہ؟ بلکہ الٹے لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان جو وصف نہیں اسے حضور کے لیے ثابت مانا گیا۔ اس میں نقصان قدر کا احتمال اور اللہ عزوجل کی طرف بیہودہ بکواس کا توہم ہوگا۔ بلکہ اخیر کے اس جملہ میں خاتمیت زمانی کا بالکل صفایا کر دیا، خواہ خاتمیت کو مطلق مانیں خواہ اس میں عموم مجاز کا قول کریں کہ جب یہ شایان شان نہیں تو اس کا اثبات حضور کے لیے لغو بے فائدہ ہی نہیں نقصان قدر کا سبب ہوگا۔

ان سب سے ہٹ کر خود نانوتوی صاحب کا ایک اعتراف سن لیجئے وہ اپنے مکتوب میں ایک معتمد علیہ خصوصی کو لکھتے ہیں:

معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستاں ہمی باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ گذشتہ بعض نبی دیگر نخواہد آید مگری دانی ایں سخن ایست کہ نہ مدحے ایست در آں نہ ذمے۔

خاتم النبیین کا معنی ظاہر پرستوں کی نظر میں یہی ہے کہ زمانہ نبوی گزشتہ انبیا کے زمانہ سے آخر ہے اور اب کوئی نبی نہ آئے گا مگر تم جانتے ہو کہ یہ ایسی بات ہے کہ اس میں نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی۔ (قاسم العلوم ص ۵۵ مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل)

ہر شخص جانتا ہے کہ مصنف اپنی مراد کو بخوبی جانتا ہے جب نانوتوی صاحب نے بغیر کسی اینچ پیچ کے صاف صاف بیان کر دیا کہ آخر الانبیاء ہونا مدح اور تعریف کی بات نہیں اس میں کوئی مدح نہیں۔ جب کہ اس میں کوئی مدح نہیں تو اسے خاتم بالذات کو لازم مان کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنا بقول نانوتوی صاحب بیہودہ لغو وغیرہ وغیرہ ضرور ہوگا پھر یہ کہنا کہ نانوتوی صاحب ختم ذاتی کے لیے ختم زمانی لازم مانتے ہیں تو ان پر تہمت اور افترا کے سوا اور کیا ہے؟

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صفحہ ۳ / پر "بالذات کچھ فضیلت نہیں" میں بالذات کی قید صرف "داشتہ بکار آید" کے طور پر ہے۔

ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء

نہیں صرف نبی بالذات کے ہیں جسے آخر الانبیاء ہونا لازم بھی نہیں۔

اسی وجہ سے انہوں نے صفحہ ۱۴ر صفحہ ۲۸ ر پر صاف صاف بلا کسی ابہام کے لکھ دیا:

اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

نانوتوی صاحب پر شرعی مواخذے:

نانوتوی صاحب نے عمداً و دانستہ بالقصد والارادہ تحذیر الناس کی ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل قطعی یقینی ایسے کفریات کا ارتکاب کیا جس میں کسی قسم کے ذرہ برابر شبہ کی کوئی گنجائش نہیں جس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کی۔

(۱) قرآن مجید کے ارشاد خاتم النبیین کے معنی سب میں پچھلا نبی، آخری نبی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے۔ صحابہ کرام نے بتائے۔ پوری امت نے بتائے اور اس پر پوری امت نے قطعی یقینی اجماع کرلیا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں۔ وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر کوئی گنجائش نہیں، اس کو نانوتوی صاحب نے عوام بمعنی ناسمجھ لوگوں کا خیال بتایا۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نافہم عوام میں داخل کیا۔

(۳) اس اعلیٰ درجہ کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کے قابل ہونے سے انکار کیا اور اس کو وصف مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے زیادہ گوئی یعنی بیہودہ گوئی لغو گوئی کہا۔

(۵) اسے فضیلت سے بالکلیہ خالی کہا۔

(۶) اسے ایسے ویسے گئے گزرے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عزوجل کے کلام معجز نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے تناسب اور ارتباط میں مخل مان کر کہا۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دعوائے نبوت کے سد باب کے لیے نہیں مانا۔ اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بنائے خاتمیت ماننے سے انکار کیا۔ بنائے خاتمیت دوسری بات پر رکھا۔

(۱۱) خاتم النبیین کا معنی اپنے جی سے یہ گڑھا: آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیا موصوف بوصف نبوت بالعرض۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جدید نبی پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہ مانا۔

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہیں مانا۔

اب ناظرین سے سوال ہے: کیا اتنے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تحذیر الناس کے مصنف نانوتوی صاحب مسلمان ہی رہے؟ کیا اب بھی ان کی تکفیر فرض نہیں تھی۔ اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

تحذیر الناس کے خلاف شورش

یہی وجہ ہے کہ تحذیر الناس جہاں بھی پہنچی خود نانوتوی صاحب کے زمانے میں وہاں کے علماء نے اس سے بیزاری ظاہر کی۔ اس کا زبانی بھی اور تحریراً بھی رد کیا۔ تحذیر الناس سے پوری امت بیزار تھی اس کو اشرفعلی تھانوی نے اپنے الفاظ میں بیان کیا:

جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی کے۔ (الافاضات الیومیہ جلد چہارم ص ۵۸۰ ملفوظہ ۹۲۷)

نانوتوی صاحب ایک بار ریاست رام پور گئے۔ اس کا قصہ ارواح ثلاثہ میں یوں لکھا ہے:

اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لیے کہ خفیہ پہنچیں جب رامپور پہنچے تو

جناب نے اپنا نام خورشید حسن بتلایا اور لکھوادیا، اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے، اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی حضرت کی غرض اس اخفاء سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔ (ارواح ثلاثہ: صفحہ ۲۶۱)

ارواح ثلاثہ کے جاہل متعصب راوی کے تحذیر الناس کے رد کرنے والے علما کو اہل بدعات قرار دیا۔ اب آیئے ان کے ایک نیاز مند دیوبندی جماعت کے بہت بڑے عالم جن کی حیثیت دیوبندی برادری میں ایک عالم ہی نہیں بلکہ جمعیۃ العلماء کی ہے۔ وہ ہیں انور شاہ کشمیری بلکہ کہنا یہ تحذیر الناس کی تردید کرتے ہوئے اپنے رسالہ خاتم النبیین کے صفحہ ۳۸ پر لکھتے ہیں:

وارداہ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید وحوار عرب ونہ نظم قرآن را ہم چوں گونہ ایمان ودلالت برآں پس اضافہ استفاضہ نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اتباع ہوا۔

یعنی ما بالذات وما بالعرض کا ارادہ (جیسا کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے۔ قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں۔ اور نہ نظم قرآن کا اس طرف کوئی اشارہ ہے۔ پس اضافہ استفاضہ نبوت محض اتباع ہوا کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔

یہی بزرگ قریب قریب یہی مضمون اپنے دوسرے رسالہ "عقیدۃ الاسلام" کے صفحہ ۲۵۶ پر لکھ چکے ہیں۔

دیکھئے! انور صاحب نانوتوی صاحب کے بہت زیادہ نیاز مند ہیں مگر تحذیر الناس میں کلام مجید کی تمام امت کے خلاف جو تفسیر بالرائے کی ہے اسے رد کر رہے ہیں۔ صرف رد ہی نہیں اسے اتباع ہوا یعنی خواہش نفسانی کی پیروی میں قرآن مجید پر زیادتی قرار دے رہے ہیں۔ اب یہ فیصلہ ناظرین کریں کہ تمام امت کی قطعی یقینی اجماعی تفسیر کے خلاف خواہش نفسانی سے قرآن مجید پر زیادتی کرنے والا مسلمان ہے یا کافر؟ غالباً انور صاحب کا یہی جرم وہ جرم نابخشیدہ ہے جس کی سزا میں انہیں دارالعلوم دیوبند چھوڑنا پڑا جس کو وہ بڑی حسرت

ویاس سے کہا کرتے تھے ''ہم نے کلمہ حق کہا تو اس کی وجہ سے یہاں ڈھابیل میں آنا پڑا''

گنگوہی اور انبیٹھوی صاحب

کی مشترکہ کفری عبارت

جب دیوبندیوں نے میلاد، قیام، عرس، چادر وغیرہ کے خلاف پوری طاقت سے مہم چلائی، متعدد فتاویٰ کتابچے شائع کیے تو جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے مرید اور خلیفہ مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری نے انتہائی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ان معمولات کے ثبوت میں ایک مبسوط کتاب انوار ساطعہ لکھی جس پر گنگوہی صاحب کو بہت طیش آیا، اور انہوں نے اس کے رد میں ''براہین قاطعہ'' لکھی جو اپنے مرید اور خلیفہ خلیل احمد انبیٹھی صاحب کے نام سے چھپوائی۔ یہ کتاب گنگوہی صاحب ہی کی لکھی ہوئی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مورخ عاشق الٰہی میرٹھی نے ''تذکرۃ الرشید'' جلد دوم صفحہ ۱۴۳ / پر اسے ان کی تصنیفات کی فہرست میں داخل کیا ہے۔ لکھتے ہیں ناظرین ملاحظہ کریں:

براہین قاطعہ .... یہ انوار ساطعہ کا جواب اور رد بدعات وتحقیق سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت (گنگوہی) کے کمالات علمیہ وعملیہ کا مظہر کہیں تو بجا ہے۔ سنت کے عشق میں جو غصیا وہ انداز اور شان جلالی کا اظہار اس میں نظر آتا ہے دیگر تصانیف میں کم ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ ...... مولوی عبدالجبار عمر پوری دیوبندی نے <u>لکھا تھا۔ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔ ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ ہے اللہ سبحانہ نے اپنی یہ صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی (انوار ساطعہ بالائے براہین قاطعہ: ص ۵۲)</u>

نانوتوی، گنگوہی، تھانوی صاحبان کے پیر بھائی مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار ساطعہ میں اس کو دو طریقہ سے رد فرمایا۔

(۱) ایک یہ کہ جہاں جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں وہاں تشریف لانے کا مطلب ہر جگہ موجود ہونا کہا ہے؟

(۲) زمین میں ہر جگہ تشریف لے جانے کو اللہ عزوجل کا خاصہ جاننا باطل ہے کیوں کہ شرق سے غرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) قبض کرتے ہیں۔ ہر جگہ کو رات دن دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے خوان کے کر دیا ہے۔ یہ تو ایک فرشتہ مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب مخلوق اور غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو ہرگز یہ خاصہ الوہیت نہیں، اور جب یہ خدا کی خاص صفت نہیں تو رسول کے لیے اسے ثابت کرنا ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ اس رد کا گنگوہی صاحب سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اور نہ قیامت تک کسی سے بن پڑے گا۔ گنگوہی صاحب نے اپنے دل میں یہ فرض کر لیا یہ رد نہیں استدلال ہے۔ یعنی یہ کہ مولانا عبدالسمیع صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ جب شیطان اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو حضور چوں کہ ان دونوں سے افضل ہیں اس لیے وہ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ حالاں کہ مولانا موصوف پر یہ کھلا ہوا افترا ہے۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے عمر پوری پر نقض وارد فرمایا تھا۔ نہ کہ اپنے مدعیٰ پر استدلال کیا تھا۔ مگر ان بزرگوں کی یہ عادت متوارثہ کہ اپنے حریف پر افترا کرنے سے نہیں چوکتے۔ گنگوہی صاحب نے اس نقض کو استدلال ٹھہرا کر اس پر لکھا:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ: ص ۵۵)

اس پر ہمارے مواخذے

(۱) زمین کا علم محیط گنگوہی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لیے نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت مانا۔ پھر اسی علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہوگا جب کہ اسے باری عز اسمہ کی صفت خاصہ مانیں، اور جب اسے اللہ عزوجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کے لیے اسے ثابت ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اور ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ اور گنگوہی صاحب نے ان دونوں کے لیے ثابت مانا۔ اب لازم آیا کہ انہوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔ یہ اس عبارت کا ایک صریح کفر ہوا۔

(۲) پھر اس کفر وشرک کو نص یعنی قرآن واحادیث سے ثابت ماننا یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) اخیر میں ہے شیطان ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے شیطان وملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چوں کہ نص قطعی سے ثابت نہیں اس لیے حضور کے لیے وسعت علم ماننا شرک ہے۔ اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک شیطان کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ ”تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا“ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے، زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھ جائیں۔ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا کیا اسے اس میں شک ہوگا کہ یہ کلمہ کفر نہیں؟ کیا اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین نہیں؟ کیا

اس کفر صریح کے بعد بھی گنگوہی صاحب اور ان کے مرید اور خلیفہ انبیٹھی صاحب کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہہ باقی رہ جاتا ہے۔ ایسے شنیع قول پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے گنگوہی اور انبیٹھی صاحبان کو کافر کہا تو کیا جرم کیا؟

لطائف:

اس صریح وشنیع کفریات کے علاوہ بھی براہین قاطعہ میں کچھ مزیدار باتیں ہیں۔ ناظرین ان سے محظوظ ہوں۔

(۱) شیطان کی وسعت علم کے ثبوت کے لیے صرف نص پر قناعت کی گئی، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لیے صرف نص کو کافی نہیں جانا، نص قطعی کا مطالبہ کیا۔

(۲) اس کے برخلاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نفی کے ثبوت میں ایک بے اصل روایت پیش کیا، اور اسے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کردیا۔

عبارت مذکورہ بالا کے چند سطور پہلے ہے:

شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

یہ شیخ قدس سرہ پر افترا ہے۔ روایت تو بہت دور ہے۔ انہوں نے مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۹ر پر اس روایت کو بالکلیہ رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

ایں جا اشکال می آرند کہ در بعض روایت آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آنچہ در پس ایں دیوار است جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد وروایت بداں صحیح نشدہ است۔

اس جگہ ایک اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بندہ ہوں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں، اور یہ روایت صحیح نہیں۔

کیا کسی مسلمان سے ایسی جسارت ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹانے کے لیے خود حضور پر جھوٹ باندھے اور۔ "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ

مقعده من النار " (جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے) کا بھی خوف نہ کرے پھر جرأت بالائے جرأت یہ کہ جن بزرگ نے اسے رد فرمایا انہیں کو راوی بتائے۔

دوسرے علما کی تائیدات:۔

آج سے ایک صدی زائد ۱۳۰۶ھ کی بات ہے، ریاست بھاول پور میں براہین قاطعہ کی گمراہ کن عبارتوں پر ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا۔ جس میں دیوبندیوں کی طرف سے اس وقت کے دیوبندی جماعت کے سب سے بڑے عالم ان کے شیخ الہند محمود الحسن کانگریسی اور خود انبیٹھی صاحب جن کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے، شریک تھے اور اہل سنت کی طرف سے امام المناظرین علامہ غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ مناظر تھے۔ یہ مناظرہ تحریری تھا، اس مناظرہ کے حکم شیخ المشائخ حضرت علامہ شاہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نواب کے مرشد تھے۔ موصوف نے اس مناظرہ پر جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے:

مولف مذکور خلیل احمد انبیٹھی مع اپنے معاونین کے وہابی اہل سنت سے خارج ہے۔ (تقدیس الوکیل :ص ۳)

یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اس کی روداد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل کے نام سے چھپ چکی ہے۔ اس میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب نے براہین کی اس عبارت پر یہی اعتراض کیا ہے کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا ہے۔ فقیر کان اللہ لہ کا اعتراض یہ ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات علیہ الصلاۃ والسلام کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے، یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔ (ص:۱۹۳)

اسی تقدیس الوکیل کی تصدیق میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے لکھا ہے:

میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کمتر ہے اور اس عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔ (تقدیس الوکیل :ص ۴۱۹)

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی وہ بزرگ ہیں جنہیں سلطان ترکی نے پایۂ حرمین کا خطاب دیا، جنہیں خود براہین ہی میں ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ لکھا۔ جو لوگ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بلا وجہ ان لوگوں کو کافر کہا ہے وہ آئیں اور دیکھیں۔ شیخ الہند مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا غلام دستگیر قدس سرہ العزیز اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں نہ خلیفہ نہ پیر بھائی۔ ان لوگوں نے بھی یہی کہا لکھا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا گیا ہے۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو یہ طعن دینا درست ہے کہ انہوں نے ان دونوں کی بلا وجہ تکفیر کی۔ کسی مسلمان کو اس میں شک ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر ہے اور توہین کرنے والا کافر ہے۔

تھانوی صاحب کی کفری عبارت

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب نے اپنے کتابچہ" حفظ الایمان" کے صفحہ ۷ پر لکھا:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علم غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو وبکر بلکہ ہر صبی (یعنی بچے) مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

چند سطر بعد ہے:

اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے۔

اس عبارت کا صاف صاف صریح وہ بھی صریح متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس وناکس زید عمر بکر بلکہ بچوں

پاگلوں جانوروں چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ان کے مساوی بتایا (۱) اور اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں باتوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی توہین اور تحقیر ہے۔ کسی نبی کی توہین وہ بھی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بہ اجماع امت کفر ہے۔ اور توہین کرنے والا کافر ہے (۱)۔

اس عبارت سے مضمون مذکور بلا کسی ابہام واخفا کے ظاہر ہے، بے ہیر پھیر کے واضح ہے مزید توضیح کے لیے عرض یہ ہے: ابتدا میں ہے کہ "آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا"۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے، یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔ اس لیے کہ حکم کے یہی معنی ہیں کہ ایک چیز دوسرے کے لیے ثابت کی جائے۔

آگے ہے:

"اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب" اس عبارت میں "اِس" کا اشارہ پہلے ذکر کردہ غیب کی طرف ہے۔ یعنی وہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اس لیے بعض غیب سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا بعض غیب ہوا اور یہی مراد ہونا متعین ہے۔ اس لیے کہ مقسم کا اقسام پر صدق ضروری ہے ورنہ قسم قسم نہ رہے بیگانہ محض ہو جائے۔

اس کے بعد اسی بعض علم غیب کو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ یہ کہا۔ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ اس لیے بلا کسی ادنیٰ شک وشبہ اور بغیر ذرہ برابر تردد کے واضح ہو گیا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید و عمرو بکر بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہ دی یا ان کے برابر بتایا۔

اسی کو اور مختصر عبارت میں یوں کہہ لیجیے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ

(۱) یہ تردید اس بنا پر ہے کہ تھانوی صاحب کے نیاز مند خود آپس میں الجھے ہوئے ہیں کہ اس عبارت میں ایسا تشبیہ کے لیے یا "اتنا" اور "اس قدر" کے معنی میں ہے۔

علیہ وسلم کے لیے بقول زید جو علم غیب حاصل مانا اس کی دو قسمیں کیں بعض غیب اور کل غیب کل کے حاصل ہونے کو عقلاً نقلاً باطل کہا تو لازم کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض علم غیب حاصل مانا۔ اور اسی کے بارے میں لکھا کہ ایسا علم غیب تو ہر زید وعمر و بکر یعنی ہر کس و ناکس بچوں پاگلوں تمام حیوانوں تمام چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔

اب اگر لفظ ''ایسا'' کو تشبیہ کے لیے مانیں جیسا کہ دیو بندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی کی تحقیق ہے تو انہوں (یعنی تھانوی) نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع واعلیٰ کو ان خسیس چیزوں کی کمتر وادنیٰ علم سے تشبیہ دی۔ اس میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ اور اگر لفظ ''ایسا'' کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں جیسا کہ مرتضیٰ حسن دربھنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیو بند کی تحقیق ہے تو لازم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وافر وکثیر علم کو جس کی مقدار کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں جان سکا، ان رذیل چیزوں کے علم کے برابر کر دیا، یہ بھی بدترین توہین ہے۔

غیر جانب داروں کی شہادتیں

دہلی کے مشہور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے صاحب زادے حضرت مولانا شاہ ابوالخیر دہلوی میرٹھ الٰہی بخش صاحب کی کوٹھی میں تھے، وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے حامی ایک بزرگ پیر سید گلاب شاہ اور تھانوی صاحب اور قاری طیب کے والد حافظ احمد بھی تھے۔

اب آگے قضیہ مولانا زید ابوالحسن صاحب کی زبانی سنئے:

پیر سید گلاب شاہ نے مولوی اشرفعلی صاحب کی کتاب ''حفظ الایمان'' کے صفحہ ۷ کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے، الی آخرہ۔ یہ سن کر آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے مولوی اشرفعلی سے کہا، کیا یہی دین کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟ مولوی صاحب (اشرفعلی) نے کہا میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالے میں کردی

ہے۔ آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے جواب ارشاد فرمایا: تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہو گئے ہم دوسرے رسالے کو لے کر کیا کریں گے۔ (بزم خیر۔ از زید صفحہ:۱۱۔ مقامات خیر: صفحہ ۲۴۹)

اور خود تھانوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے تھانوی صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا یہ دوسری بات ہے کہ اپنی فطری موروثی خوش اخلاقی کی وجہ سے خوش اسلوبی کے ساتھ لکھتے ہیں:

جب جماعت تیار ہوگئی تو مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلے پر جاتے ہوئے فرمایا: میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ علاحدہ ہو جائیں۔ (بزم جمشید)

حالانکہ جب تھانوی صاحب آئے تھے تو شاہ ابوالخیر صاحب باوجود پیرانہ سالی اور ضعف کے کھڑے ہو کر ملے تھے۔ مگر محبوب خدا کی شان اقدس میں گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد نماز میں شریک نہ ہونے دیا۔

دوسری شہادت: انہیں حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے صاحبزادے جناب مولانا ابوالحسن زید صاحب لکھتے ہیں:

''حفظ الایمان'' کی عبارت ''براہین قاطعہ'' کی (کنہیا) والی عبارت سے قباحت وشناعت میں بڑھی ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب، الیٰ آخرہ۔ اس رسالے کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول وعرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے؟ کہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف چاہے وہ علم شریف ایک بدیہی امر کا کیوں نہ اور کہاں زید وعمرو وبکر اور صبی ومجنون اور حیوانات وبہائم کا علم۔ (بزم خیر: از زید صفحہ ۳۲)

اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔ مولوی صاحب اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے تو یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے ملور اس کا ازالہ واجب ہے لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی۔ اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب (دربھنگی) کے استفسار پر مولوی صاحب نے چار پانچ

صفحہ کا رسالہ "بسط البنان" تحریر کر دیا۔ اس رسالہ میں انہوں نے اپنی عبارت کی تاویل کی ہے ۔حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کہ کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو یا پھر اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں۔ مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ "ایسا" ہمیشہ تشبیہ کے لیے نہیں آتا۔ بلغائے اہل لسان اپنے محاورات میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے، مثلاً الی آخرہ۔ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیے تھا کہ یہ رسالہ عوام کے لیے لکھا گیا ہے اس میں ایسی عبارت لکھنے کی کیا ضرورت تھی جس کے سمجھنے سے عوام کی خواص اور علما تک قاصر ہیں۔ پھر لفظ ایسا تو لغوی بحث ہے اردو کی مستند کتابوں میں اس کو دیکھ لیا جائے صورت حال ظاہر ہو جائے گی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ 'ایسا' دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی مماثل مساوی اور اس قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ خط تم نے لکھا ایسا خط تو بچہ بھی لکھ لے۔ یہ کام تم نے کیا ایسا کام تو کوئی ہوش مند نہ کرے۔ اور یا یہ (ایسا) لفظ تابع فعل واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی اس قدر اور عمدہ کے ہوتے ہیں مثلاً تم نے ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ ایسی بات کہی کہ دل بیٹھ گیا، مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہو رہا ہے، اور یہ عبارت کہ "حضور ہی کی کیا تخصیص" معاملہ کو واضح تر کر رہی ہے ۔مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہیں تھا۔

سبحان اللہ! کیا خوب علت بیان کی ہے مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں عوام کے ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں اور بھلے مانسوں اور برے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے، آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دل متالم (دکھی) ہوتے۔ (بزم خیر: صفحہ ۴۳)

ان دونوں حضرات کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہیں تھا نہ استاذی شاگردی کا نہ پیری مریدی کا نہ نسبت کا نہ رشتہ کا حتیٰ کہ دوستی کا بھی لگاؤ نہیں تھا۔ بلکہ ان میں سے موخر الذکر نانوتوی صاحب کے تلمیذ مولوی عبدالعلی میرٹھی کے شاگرد تھے، اور نانوتی گنگوہی صاحبان شاہ عبدالغنی صاحب کے تلمیذ تھے جو حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے

دادا شاہ احمد سعید کے بھائی تھے بلکہ گنگوہی صاحب شاہ احمد سعید کے تلمیذ بھی تھے، اس طرح دیوبندی مذہب کے بانیوں سے ان حضرات کا یک گونہ تعلق تھا مگر پھر بھی انہوں نے حفظ الایمان کی عبارت کو ایمان برباد کرنے والی مسلمانوں کے دلوں کو رنجیدہ کرنے والی وغیرہ فرمایا۔ اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتایا۔ انہیں کیا حسد تھا، کیا عناد تھا کیا غرض وابستہ تھی صاف تصریح ہے کہ:

اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول وعرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔

کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا مرید تلمیذ تھا؟ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر انہیں بے چین کر دیا۔

تیسری شہادت: مقامات خیر صفحہ ۶۱۲ کے حاشیہ پر حضرت مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی رفاعی قادری نقشبندی خالدی حیدرآبادی ثم المدنی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین کہتے ہیں:

میرے دادا (پیر سید محمد بغدادی) کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی اشرفعلی کا رسالہ "حفظ الایمان" لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا: علم غیب کے متعلق مولوی اشرفعلی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔ اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرفعلی بیٹھے تھے، میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرفعلی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے، پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا محمد قاسم) کے مکان پر علما کا اجتماع ہوا، چوں کہ حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لیے انہوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے، وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علما نے اظہار خیال فرمایا۔ آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا، پھر تھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: ہم تم سے

خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو آپ نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ پاک کی مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے، دس سال وہاں مقیم رہے اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے۔

حفظ الایمان کی اس عبارت کے سلسلے میں جو حضرات بھی کسی قسم کے تذبذب کے شکار ہوں ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ان مولانا حضرت سید محمد صاحب بغدادی کو تھانوی صاحب سے کیا حسد تھا، کیا عداوت تھی کہ انہوں نے اس عبارت کے خلاف فتویٰ دیا وہ بھی تھانوی صاحب کے محب خاص کے گھر بیٹھ کر اور تھانوی صاحب کے رودررواں کا رد فرمایا، اور صاف صاف فرمایا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔ اصل بات وہی ہے کہ یہ عبارت چینی جاپانی لاطینی سنسکرت میں نہیں کہ اسے کوئی نہ سمجھے، ہرار دوداں جو معمولی سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اس کو پڑھ کر اول وہلہ میں کہہ دے گا۔ اس میں بلا کسی شک وتردد کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

اب تمام دین دار انصاف پسند مسلمانوں سے سوال ہے کہ جب تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی توہین کی تو اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے تھانوی صاحب کو کافر کہا تو یہ جرم ہے یا ایک دینی وملی فریضہ؟

شفا اور اس کی شروح اور شامی میں ہے:

اجمع المسلمون علیٰ ان شاتم النبی کافر۔ من شک فی عذابہ وکفرہ کفر۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے، جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اب ہم اس بحث کو دیوبندی جماعت کے بہت بڑے مناظر اور بقلم خود تھانوی صاحب کے وکیل مرتضیٰ حسین صاحب دربھنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کے ایک اہم بیان پر ختم کرتے ہیں، انہوں نے ''اشد العذاب'' میں لکھا کہ:

اگر خاں صاحب فاضل بریلوی کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خاں صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے، کیوں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اب رہ گیا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے علمائے دیوبند کو جیسا سمجھا یہ سمجھنا صحیح اور واقعہ کے مطابق ہے یا نہیں اس کی پوری تفصیل اوپر گزر چکی اور اگر کوئی صاحب مزید تفصیل کے خواہش مند ہوں تو میرا رسالہ "منصفانہ جائزہ" کا مطالعہ کریں۔ مجھے امید ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد جس کے اندر ایمان کی تھوڑی سی بھی رمق باقی ہے تو وہ ضرور بالضرور یہی فیصلہ کرے گا کہ جماعت دیوبند کے یہ اکابر یعنی قاسم نانوتوی صاحب، رشید احمد گنگوہی صاحب، خلیل احمد انبیٹھی صاحب، اشرف علی تھانوی صاحب نے ضروریات دین کا انکار کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی، جس کے بعد ایک مسلمان کے لیے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ ان چاروں کو یقیناً حتماً کافر جانے، اس لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو بدنام کرنا کہ انہوں نے بلا وجہ علمائے دیوبند کی تکفیر کی ہے دیانت نہیں بہت بڑی خیانت ہے، اصلاح نہیں بہت بڑا فساد ہے۔

شب ہشتم شوال ۱۴۱۲ھ

۱۱/اپریل ۱۹۹۲ء

☆☆☆